ہوچی منہ
پروازِ عقاب
عبدالعزیز خالد

## پرواز عقاب——!

ویٹ نام کی تحریک آزادی کے سرفروش راہنما ہوچی منہ کی نظموں کا منظوم اُردو ترجمہ ''عقاب پرواز یا زندان نامہ'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ یہ نظمیں انہوں نے اس وقت کہی تھیں جب وہ ۲۸ اگست سے ۱۶ ستمبر ۱۹۴۳ء تک چیانگ کائیشیک کی پولیس کے ہاتھوں جنوبی چین کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی قوم کی سربلندی اور آزادی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ قوم ان کی فدائی تھی اور ان کے اشاروں پر کٹ مرنے کو تیار تھی۔ انہوں نے دنیا کی عظیم ترین قوت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ہو کے پیغام کا ایک ایک حرف حیات افروز اور حریت آموز ہے اور عبدالعزیز خالد نے ترجمے میں اصل کی روح کو برقرار رکھنے کی نہایت مستحسن اور کامیاب کوشش کی ہے۔

محمد عبداللہ قریشی

ایڈیٹر ادبی دنیا، لاہور

سرورق : اسلم کمال

۵۰ء٧

# پروازِ عُقاب

زِنداں نامۂ ہوچی مِنہ

عبدالعزیز خالِد



آئینۂ ادب ۔ چوک مینار ۔ انارکلی ۔ لاہور

پہلی بار ۱۱۰۰

مئی ۱۹۷۳ء

قیمت سات روپے پچاس پیسے

اہتمام

م، ع، سلام - آئینۂ ادب

چوک مینار - انارکلی، لاہور

فون نمبر ۶۷۵۰۴

استقلال پریس، لاہور

# اِنتساب

اُن حُدی خوانانِ آزادی کے نام
جو اسیری کی شبِ تاریک میں
خُونِ مژگاں کی جلائے مشعلیں
ہمرہِ توفیق و ہمّت طے کریں
انتظار و آرزو کی منزلیں

اُن اولوالعزموں کی بیتابی کے نام
جن کو مرنے کی کوئی جلدی نہیں
جن کو ہے اس بات کا شاید یقیں
حقّ و باطل میں جو آویزش کہ ہے
ابتدائے آفرینش سے بپا

ایک دن (جانے وہ دن کب آئے گا؟)
ہو کے مغلوب اس میں گھونگھٹ کھائیں گی
نفرت و مرگ و بدی کی طاقتیں

(معجزہ ہو گا یہ کیسے رُونما ؟
کیا کہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
بات یہ کہتی ہے اس کی ہر کتاب)

ان تہی جاموں کی سیرابی کے نام
سوختہ سامانی جن کو راس ہے
زندگی کا چشمہ جن کے پاس ہے

ان خزاں دیدوں کی شادابی کے نام
(مُشتِ خَس کی گلشن ایجادی کے نام)
تیر بارانِ حوادث پر جنھیں
خندۂ خُوبانِ خوشدل کا گماں
بے نشاں ہو کر کریں جو لامکاں
از سرِ نو زندہ احساسِ زیاں
صورتیں برگِ خزاں، دل ارغواں
نکتہ دانانِ حیاتِ جاوداں
وہ خجستہ پے خضر کے ہم عناں
(کیا تلاشِ حق ہے سعیٔ رائیگاں؟)

ان نوا سنجوں کی بے خوابی کے نام
ہے عبادت جن کا سونا جاگنا
رتجگے کا جن کی آنکھوں میں خمار
جن کے ہونٹوں پر نوا ہائے ہزار

طائرِ پر بند کی مانند جو
لے رہیں ڈھالیں التہابِ قلب کو

قہرمانِ شوق دم لینے نہ دے
دِل دُکھے جن کا نہیں کے نام سے
وُہ گرفتارِ مضیقِ حادثات
مر کے جو کرتے ہیں تکمیلِ حیات

ان نظر بندوں کی آبادی کے نام
ان ظفر مندوں کی بربادی کے نام
جن کے جسموں پر لباسِ خوف وجُوع
زرد رُو آشفتہ ہُو ژولیدہ مُو
بال بے ترتیب کپڑے ملگجے
(کوچ کا نقّارہ جانے کب بجے؟)
وہ مرقّعِ عشق و فرض و آن کے
جن کو اب لالے پڑے ہیں جان کے

وُہ جری جرّار پاکستان کے
جو لڑے بڑھ چڑھ کے سینہ تان کے
پر یگانوں نے جنھیں دھوکا دیا
مَے سے خُونِ ناب کا سودا کیا

ان جگر داروں کی بُرتابی کے نام
خشتِ بالیں سے جو لیں بالش کا کام
پُر ہیں زہرابِ اجل سے جن کے جام
کرتے ہیں رمزوں اشاروں میں کلام
بھیجتے ہیں مہ لقا جن کو سلام
دیکھتے ہیں راہ جن کی خاص و عام
جن کو دیتے ہیں صدائیں صُبح و شام
ارضِ پاکستان کے دیوار و بام

کون دُور افتادگاں کی دے خبر؟
بادلو! کس کو بتائیں نامہ بر؟

لوٹ کر آئیں گے کب پردیس سے؟
راتیں لمبی ہوگئیں دن بڑھ گئے
جُوئے خوں آنکھوں سے بہتی ہے بہے
دِل عذابِ مرگ سہتا ہے، سہے
شرحِ دردِ آرزو کس سے کریں؟
حالِ جانِ مبتلا کس سے کہیں؟
یا رب! اس ساعت میں طاقت دے انھیں
سادہ دِل، عیّار کے نرغے میں ہیں
وُہ علم بردار پاکستان کے
وُہ ہیولے عشق و فرض و آن کے

جاں نثارِ صاحب اُمُّ الکتاب
نذر ہے ان کی یہ "پروازِ عقاب"
گر قبول افتد زہے عزّ و ثواب!

ہوچی منہ ——— ہچچا ہو

ویت نام کا بطلِ حریت

ولادت ——— ۱۸۹۰ سنہ ء

وفات ——— ۳ ستمبر ۱۹۶۹ سنہ ء

"مَیں ایک بوڑھا ——— بہت بوڑھا ——— آدمی ہوں —
اور ایک بوڑھے آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ
اس کے گرد ایک پُر اسرار ہالہ قائم رہے —

میری بھی خواہش ہے کہ میرے بارے میں جو پُراسراریت
کی فضا پائی جاتی ہے ——— وہ قائم رہے"

یہ نظمیں ۲۸- اگست سنہ ۱۹۴۲ء اور ۱۶ ستمبر سنہ ۱۹۴۳ء
کے درمیان لکھی گئیں - جب ہو، جنوبی چین کی جیلوں میں
چیانگ کائی شیک کی پولیس کے ہاتھوں قید و بند کی
سختیاں جھیل رہا تھا

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند ———

(۱)

شعر خوانی کی مجھے عادت نہیں
(گو رہا اکثر غمِ دِل نکتہ چیں)
لیکن اَب زنداں میں مَیں اِس کے علاوہ کیا کروں؟
(بے قراری سے بھی مِلتا ہے طبیعت کو سکوں
باعثِ جمعیّتِ خاطر بنے شورِ جنُوں
دِل نہ تڑپے تو رگوں میں منجمد ہو موجِ خُوں
اِنشراحِ صدر ہے سر کردنِ سوزِ دروں)
نظمیں لِکھ کر سر کروں گا اَب یہ عرصہ قید کا
اَور اِن نظموں کو گاتے گنگناتے اِک طرح
کاروانِ وقتِ خُفتہ پا پہ شبخُوں مار کر)
یومِ آزادی کو مَیں لے آؤں گا نزدیک تر!

---

(۲)

تن بدن زنداں میں لیکن ذہن آزادانہ طرّارے بھرے
لاجرم پُر عظمت اشیا کو بروئے کار لانے کے لئے
ذہن (خوش فکر) و خوش اطوار و (لچکدار) و کشادہ چاہیئے

---

(۳)

کوچۂ فرّد فراوانی میں

(بے تقصیر)

میرے پاؤں کو زنجیر کرنے کے لئے

التوا میں تاکہ پڑ جائے سفر میرا

مجھے بے دست و پا کر کے لباسِ ننگ پہنایا گیا

(نیرِّ تاباں کو گہنایا گیا)

راستی مسلک مرا

(پاک ہے مشرب مرا)

صاف ہے میرا ضمیر

لیکن اس پر بھی مجھے جاسوس ٹھہرایا گیا

(جرمِ بے جرمی کی یہ تعزیر؟ اے برنا و پیر!)

---

• TUKVIN STREET (ABUNDANCE AND GLORY STREET)

(۴)

نئے اسیروں کو خوش آمدید کہتے ہیں
(سمجھ کے تازہ ولایت) پرانے زندانی
کرے تعاقب ابرِ سیاہ، ابرِ سفید
حدودِ چرخ سے اس کو نکالنے کے لئے
(یہ بے کناریٔ گردوں! یہ تنگ دامانی!
بنا ہے پردۂ زنگاری ان کی جولانگاہ)
ہُوئے جو آنکھ سے اوجھل تو ڈھونڈتی ہے نگاہ
(بپا ہے رقصِ عناصر سرِ سپہرِ بریں)
دھنسے ہیں جیل میں آزادگاں بروئے زمیں!

---

TSINGSI DISTRICT PRISON

(٥)

سیدھے خمدار پہاڑ اور اُونچی
چوٹیاں (سرکش و دشوار گزار
برف و باراں کے وہ طوفاں وہ بلا خیزیٔ رعد)
ان پہ چڑھ چکنے کے بعد
کیسے میدانوں میں ان سے بڑے خطروں سے دوچار
ہونے کی مجھ کو توقع ہوتی؟
سامنا میرا پہاڑوں پہ ہُوا شیروں سے
سرِ مُو مَیں نے مگر خوف نہ محسوس کیا
اُن کے چُنگل سے نکل آیا صحیح و سالم
ابنِ آدم سے پڑا سابقہ میدانوں میں
تو (ستمگر) نے پکڑ کر مجھے محبوس کیا
(اسے یُونہی تو نہیں کہتے جہول و ظالم!)

---

(۶)

ارضِ وِت نام کا میں ایک نمایندہ، جو
چین میں ایک اہم شخص سے ملنے کے لئے
جا رہا تھا کہ اچانک چُپ چاپ
رہگزر آ گئی طوفانِ بلا کی زد میں
اور میں دُرہرِ و بیراہۂ شب
عازمِ مُلکِ سحر
عین دَورانِ سفر
ایک مہمانِ معزّز کی طرح
قید خانے میں نظر بند ہُوا!

(۷)

سیدھا سادا سا مَیں اِک شخص ہوں بے لَوث، کھرا
جُرم سے میرا ضمیر
(پرِ عنقا کے برابر بھی) گراں بار نہیں
اس پہ بھی چین کی جاسوسی کا
مجھ پہ الزام لگا
زندگی جیسا کہ تم دیکھتے ہو
کبھی یکساں نہیں آساں نہیں ہموار نہیں
کیا ہو اب ذکر و بیاں حال کی بے حالی کا!
کونسا رنج ہے جو درپئے آزار نہیں؟

---

(۸)

دیوار کی اوٹ سے نکل کر سوُرج
دروازے پہ صبحدم بکھیرے کرنیں
پٹ اس کے مگر پھر بھی مُقفّل ہی رہیں
زنداں کی حدودِ بے ضیا کے اندر
گو وارڈ میں منظرِ شبِ دیجور کا ہے
ہم جانتے ہیں مگر یہاں سے باہر
خورشیدِ (فلک، بصارت افروز نظر)
مشرق سے اُبھر کے ہو چکا ضو گستر

(٩)

ہر کوئی بیدار ہوتے ہی جوڑوں کی جستجو کرنے لگے
صبح کے کھانے کا گھنٹا آٹھ بجتے ہی بجے

آؤ آؤ ہم چلیں
اور جی بھر کر شکم سیری کریں

ہم پہ جو بپتا پڑی ہے جو کڑی ہم نے سہی
اس کی آخر کو تلافی کے لئے
دل یہ کہتا ہے بھلے دن آئیں گے
(یہ زمانہ بیت جائے گا یہ دَل بادل غم و آلام کے چھٹ جائیں گے)

---

(۱۰)

ہو نہیں سکتا بیاں
کوٹھڑی میں لذّت قیلولہ کا

(اے عالمِ آزادگاں!)

لُطف ہم لیتے ہیں پہروں میٹھی گہری نیند کا
دیکھتا ہوں اژدہے پر بیٹھ کر
عرش پر اڑنے کے خواب
آنکھ کھُلتے ہی مگر یکبارگی
مجھ کو لے آتے ہیں واپس تنگنائے جیل میں

(بندگی، بیچارگی!
بندۂ مجبور کے سپنے ــــــ سراب!)

(۱۱)

دو بجے تازہ ہَوا کے اندر آنے کے لئے
کوٹھڑی کا دَر کھُلے
سر اُٹھا کر آسماں کی اور دیکھے ہر کوئی
حرّیت کے آسماں پر پرَ فشاں
آزاد رُوحو!

ہم تمہارے ہم کفو ـــــــــــ
ہم تمہارے ہم عناں ،
دہیر حِفظِ آبرُو) ـــــــــــ
سہ رہے ہیں سختیاں زندانِ تنگ و تار کی
کیا تمھیں معلوم ہے؟

---

(۱۲)

جب کھانا ہو چکتا ہے
سورج مغرب میں ڈوب جاتا ہے
بیک زباں ہر کونے سے
لوگ گیتوں اور گانوں کا
اچانک اِک سیلاب امنڈ پڑتا ہے
(بجھا بجھا سا ، گھُٹا گھُٹا سا)
زندانِ سِنگسی
اِک آرٹس اکیڈمی میں بدل جاتا ہے

---

• TSINGSI

(۱۳)

لال چاول کا اک پیالہ ملے
ہم کو ہر دفعہ کھانے میں، وُہ بھی
بن نمک کے، بغیر ترکاری
اور ساتھ اس کے شوربا بھی نہ ہو
کھانا آتا ہے جن کا باہر سے
پیٹ بھر کر کبھی کبھی وُہ تو
کھا سکیں (بندگانِ نیم آزاد!)
ہم کہ قسمت میں ہم فقیروں کی
نہیں بیرونِ جیل کی امداد
بھوک سے ہائے ہائے کرتے ہیں
(نالۂ نارسا کی بھی ملے داد!)

---

(۱۴)

اچانک بانسری کی حسرت آگیں لے ابھرتی ہے
فسردانہ، فضا میں مرتعش ہوتی ہے موسیقی
بم و زیر اس کا جیسے لے رہا ہو سسکیاں کوئی
ہزاروں فرسخ و فرسنگ دریاؤں پہاڑوں کو
عبور و قطع کرتی کہہ رہی ہے آبلہ پائی :
سفر اک ٹیس ہے لحظہ بلحظہ ہر قدم بڑھتی
نظر آتی ہے اک عورت (سراپا رنگ و رعنائی
ہماری ہی نگاہوں کی مبادا ہو یہ پیدائی !)
کسی کی واپسی کی راہ تکتے
دُور کے مینار پر چڑھتی

(۱۵)

بد بلا کی طرح
گرسنہ منہ کو کھولے ہوئے بیڑیاں
ٹانگیں لوگوں کی ہر رات نگلا کریں (الاماں!)
داہنی ٹانگ ہر ایک قیدی کی جبڑوں میں جکڑی ہوئی
(درد سے اینٹھی اکڑی ہوئی)
صرف بائیں کھلی جھکنے اور پھیلنے کے لئے

---

(۱۶)

ایک شئے ہے اس جہاں میں لیکن اس سے بھی عجیب
دَوڑ کر آتے ہیں اکثر لوگ
اپنے پاؤں کو
حلقۂ زنجیرِ پیچاں میں پھنسانے کے لئے
(اپنا کس بَل آزمانے کے لئے)
پابجولاں ہو کے آخر کار
انھیں آرام سے آتی ہے نیند
سر ٹکاتے کس جگہ ورنہ (غریب)؟

---

(۱۷)

ہم نے شطرنج کھیلنی سیکھی
ہو اسی طرح تاکہ وقت کٹے
اسپ، پیدل ہزاروں جن کا شمار
ہیں تعاقب میں ایک دوسرے کے
پیش قدمی میں شاطر و طرّار
پیچھے ہٹنے میں چابک و چالاک
اس نہیب و نبرد میں ہم کو
تیز رفتاری و ذہانت سے
ہے مقابل پہ برتری حاصل!

---

(۱۸)

نگاہیں پیش بیں ہوں
خیالوں میں عمق ہو
تدبّر ہم عناں ہو
دلیرانہ کرو بڑھ بڑھ کے حملہ
غلط اِک حکم دے کر دو رخوں کو
دمِ بیکار کر سکتے ہو بیکار
اگر ہو بر محل تو اِک پیادہ
سُنا سکتا ہے تم کو جے کا مژدہ!

(۱۹)

برابر کی ٹکّر ہے دونوں طرف<br>
مگر اِک طرف ہی ظفریاب ہوگی<br>
بڑھو آگے پیچھے ہٹو<br>
بے خطا فوجی حکمت سے تو<br>
بنو گے خطابِ "مہیں میرِ عسکر" کے تم مستحق!

---

(۲۰)

قیدیوں کے لئے (نہ آج نہ کل)
لالہ و گُل کہیں نہ الکوحل
رات کتنی حَسین و دِلکش ہے!
(اپنی قسمت پہ رشک آتا ہے)
کس طرح لیکن اس کا جشن مَنے؟
(بات بنتی نہیں ہے کیسے بنے؟)
یا دکش کے قریب جا کریَں
چاند کے زرنگار چہرے کی
دُور ہی سے بلائیں لیتا ہوں
پاس آ کر اسی جھرو کے سے
چاند شاعر پہ مُسکراتا ہے
(مژدۂ صُبحِ نو سناتا ہے)

---

(۲۱)

ہم میں سے ہر ایک کا راشن
پانی کا آدھا باسن
نہالو دھولو چائے پکالو
جو جی چاہے کر لو
ہے منظور اگر مُنہ دھونا
خیال چائے کا ترک کرو
اور اگر
چائے نوشی پہ ہے طبیعت مائل
تو پھر مُنہ اَن دھوتا رہنے دو !

---

(۲۲)

آئینے کی طرح گول ہے چاند وسطِ خزاںؔ کا
ہیں چھٹکی ہوئی سارے اطرافِ عالم میں
اس کی جھلا جھل روپہلی شعاعیں
گھروں میں گھُسے، بال بچّوں میں بیٹھے
(سرِ بالشِ مخمل و بسترِ پرنیاں)
لُطفِ وسطِ خزاںؔ لینے والو!
کبھی اہلِ زنداںؔ کو بھی یاد کرلو
کبھی تشنہ کاموں کا بھی نام لے لو
(وُہ رعنا سجیلے جواں، دِل زدہ، خستہ ساماںؔ)
فلاکت کی تلچھٹ کو کرتے ہیں جو توشِ جاںؔ!

---

(۲۳)

منائیں جیل میں وسطِ خزاں کا بھی تہوار
خزاں کے چاند، خزاں کی ہوا، ہے دونوں میں
فسردگی کی مہک، ذائقہ اداسی کا
خزاں کے چاند سے مَیں رہنِ خانۂ زنجیر
بقدرِ ذوقِ نظر حظ اُٹھا نہیں سکتا
مرا دِل اس کی ستاروں جڑی گزرگہ پر
افق سے تابہ افق اس کے پیچھے پیچھے پھرے!

---

(۲۴)

قمار باز اگر جیل سے وُہ باہر ہوں
تو ان کے ہاتھوں میں پڑ جاتے ہتھکڑی فوراً
جب ایک دفعہ وُہ آ جائیں جیل کے اندر
تو کھیل سکتے ہیں بے کھٹکے جس طرح چاہیں
اسی لئے گلہ کرتے ہیں اکثر اہلِ قفس
(گنوا دی زندگی افسوس صد ہزار افسوس)
سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس سے پہلے کیوں
خیال ہم کو یہاں آنے کا نہیں سُوجھا ؟

---

(۲۵)

جو قید ہوتے ہیں جرم قمار بازی میں
کرے غذا نہ مہیا حکومت ان کے لئے
یہ اس لئے کہ یہ سُرعت ہو ان کے ذہن نشیں
کہ ان کی پہلی روش در خورِ ملامت تھی
غلط تھے یک قلم ان کے گزشتہ دَور کے طَور
امیر قیدیوں کے ناز اُٹھائے جاتے ہیں
سمجھتے ہیں انھیں ہر نظم و ضبط سے بالا
(نیاز مند ہیں پیسے کے قاعدے، قانُون)
کبھی نہ ہو انھیں اشیائے خوردنی کی کمی
غریب غم زدہ روتے ہیں خُون کے آنسُو
دکھاں سے ان کو میسّر ہوں لُقمہائے چرَب
شکم پُری کو نہ ہو جب کہ رُدکھی سُوکھی بھی؟)
ہمیشہ بھُوک سے مُنہ میں بھرا رہے پانی

(۲۶)

پھولوں سے اور لالٹینوں سے سجا
ہر گھر قومی دن پر (ہر شاخِ چمن)
ہر فردِ وطن فرطِ خوشی سے رقصاں
لیکن اسی دن، اسی عنایات کے دن
تبدیل کیا دوسرے زنداں میں مجھے
زنجیر و رسن ڈالے، ابھی تک گویا
"پروازِ عقاب" کے مخالف ہے ہوا!

---

(۲۷)

سڑک پر نکل کر ہی ممکن ہے
درپیش خطرات کا جائزہ
پہاڑ ایک سر ہو تو جھٹ دُوسرا
(سلسلہ وار، گو)

سامنے سے نمودار ہو
(اب اسے سر کرو)
مگر تیغِ کہسار سے
ایک دفعہ وہاں تک رسائی اگر ہو سکے (آر پار)
اِک نظر میں نظر آئیں لیْ دہ ہزار

---

(۲۸)

آرام کی تلاش میں بن کی طرف اُڑے
پنچھی پکھیرو دن کی تگ و تاز سے تھکے
خالی گگن پہ بدلی جو گھومے اکیلی ہی
دُور اِک پہاڑی گاؤں میں اِک نوجواں کڑی
پیسے اکیلی نٹ مکئی (رُوپ، رنگ، راگ)
مٹیار کی اُپسائی جگائے جب اس کے بھاگ
تنّور میں دہکنے لگے سُرخ سُرخ آگ

(۲۹)

دن بھر آرام کیے ہِن
چلیں دُلکی مرے دونوں گھوڑے
شب کو ملتا ہے مجھے پانچ مسالوں کا چکن
اور بعد اس کے مجھے بھینٹ چڑھا دیتے ہیں
ٹھنڈ اور کھٹملوں کے مشترکہ حملے کی
(آئی حصے میں مرے روز کی شب بیداری)
کتنی خوش کُن ہے نوائے نفسِ اوریولؔ!
(دِل کے رُخسار کو شفقت سے تھپکتے ہوئے بول)
کہ جو پچھلے پہر اعلانِ سحر کرتی ہے
(خاکساروں پہ عنایت کی نظر کرتی ہے)

---

◦ ORIOLE

(۳۰)

مستقل ہر بار کھانے میں ملے
چاولوں کی پِچھ کا بس اِک بادیہ
رات دن ہر وقت بھوکا پیٹ واویلا کرے
تین یُو اَنْ پِچھے چاولوں سے شِکم سیری نہ ہو
دار چینی کی طرح لکڑی بِکے
اور چاول موتیوں کے بھاؤ
(کوئی کیا کرے؟)

## ۳۱

کیے ہیں آج ترپن کلومیٹر چل کے
ہیں تر بتر مرے کپڑے، گھِسے پھٹے جُوتے
زمیں کے تختے پہ ایسی جگہ نہیں کوئی
جہاں مَیں لیٹ سکوں، کر سکوں کمر سیدھی
تمام رات کنارے بس اِک بَدَّر رَو کے
سحر کا تا دمِ صُبح انتظار کرتا ہُوں!

---

0 KILOMETRES

(۳۲)

آہنی سیخوں کے اندر شوہر
آہنی سیخوں کے باہر بیوی
(ٹکٹکی باندھ کے) دیکھے اندر
اس قدر پاس کہ ہے فاصلہ آپس میں فقط انچوں کا
اور پھر دیکھو تو
اس قدر دُور فلک اور سمندر کا عمق ہو جیسے
وُہ سخن لفظ جنھیں کہہ نہ سکیں
انھیں بے آس نگاہیں لبِ گویا بخشیں
اور ہر لفظ سے پہلے ہوں سرشک آلُودہ
(خود بخود ساغرِ لبریز چھلک اُٹھتے ہیں)
کس میں ہے تاب و تواں
کہ کھڑا رہ کے وہاں
متاثر نہ ہو اس درد بھرے منظر سے؟
(اس ملاقات کو بے دیدۂ تر دیکھ سکے؟)

(۴۳)

چین کے یارِ وفادار ہیں دونوں، منزل
چُنگ کِنگ ایک ہی ہم دونوں کی
تجھ کو مہمانِ معزز کی ملی ہے کُرسی
مَیں ہُوں پھینکا ہُوا قدموں میں کر ٹھہرا قیدی
کیوں ہے ہم دو سفروں سے یہ جُدا گانہ سلوک؟
سرد مہری یہ اِدھر اور اُدھر اتنا تپاک؟
(ایک کم ذات و کمیں، ایک نجیب و اشرف؟
(اس تفاوت پہ ہے لیکن غم و غصہ بے جا)
یہی دستور ہے اس دُنیا کا
بہتے آئے ہیں پرا چین سمے ہی سے سمندر کی طرف
کوہساروں سے نکل کر دریا

---

° CHUNGKING °° WENDELL WILLKIE

(۳۴)

اگر نہ جاڑے کا ہوتا اُجاڑ پَن ، پالا
(تو کون شُکر ادا کرتا موسمِ گُل کا ؟)
کہاں بہار کی ہوتی شگفتی و گرمی ؟
(لطافتِ چمن و لطف و اعتدالِ ہوا)
ہیں شکوہ سنجِ ستم ہائے رُوزگار نہیں
انہی نے میری طبیعت کو سادگی بخشی
انہی نے دی مجھے تعلیم سخت کوشی کی
(انہی کا ساختہ پرداختہ ہُوں میں گویا)
انہی نے ذہن کو فولاد کی صلابت دی
(قضا سے آنکھ لڑانے کی تاب و طاقت دی)

(۳۵)

میَں جب یہاں آیا تھا (تو اے اہلِ وطن!)
ہریالے تھے دھان کے نئے پودے ابھی
پت جھڑ کا سمے آیا ، فصل آدھی کٹی
ہر جانب، ہر باڑے ، ہر کوُچے گلی
دہقانوں کے چہروں پہ تبسّم روشن
آئے سرِ شام دھان کے کھیتوں سے
گیتوں کی جھنن جھنن ، ہنسی کی چھن چھن
(سرگرمِ ترنّم ہیں نوا سنجِ چمن)

---

(۳۶)

لبِ سڑک گھنے چھتنار پیڑ کے نیچے
دکھائی دیتی ہے جو گھاس پھونس کی کُٹیا
مسافروں کے لئے کام دے سرائے کا
یہاں نہ مے ملے مہمان کو نہ نُقل و گزک
غذا کے نام پہ لے دے کے بس سفید نمک
اور اس کے ساتھ ملے چاولوں کی ٹھنڈی پیچ

---

(۳۷)

پنٹ نرالا ہے دُنیا جہاں سے یہ زنداں
ستائیں ہم کو گھریلو تفکّرات جہاں
یہاں پہ ملتی ہے قیدی کو قیمتاً ہر شئے
نمک ہو تیل ہو لکڑی ہو یا کہ چاول ہوں
ہر ایک کوٹھڑی کے آگے ایک خُرد سٹوو
دھرا، طلوعِ سحر سے ظہور مغرب تک
جہاں پہ چاول اُبلتے ہیں سُوپ پکتا ہے

---

• KUOTEH PRISON •• SOUP

(۳۸)

مُرغ اِک بار ہی بولے ہیں ابھی

رات ابھی باقی ہے

چاند تاروں کو لئے

چڑھے تھم تھم کے کہستانِ خزاں پر، لیکن

نکل آیا ہے سڑک پر وہ مسافر کہ جسے

کڑے کوسوں کا سفر ہے درپیش

اس کے چہرے پہ طمانچے ماریں

برف آلوُد ہوا کے جھکڑّ

(۳۹)

ڈھلی سرخی میں آخر رفتہ رفتہ فجر کی زردی
(رُخِ خاور پہ لالی خونِ انجم کی جھلک اُٹھی
سحر نے مُنہ سے سرکایا نقاب آہستہ آہستہ)
لپیٹا رات نے طُومار اپنا دتہ کیا خیمہ
اُکھاڑیں سینۂ فرشِ زمرّد میں گڑی میخیں)
اُجالے کی جھلک پاتے ہی چُھپکے سے بڑھے سائے
حرارت پھیلتی ہے چار سُو آفاقِ عالم میں
اِدھر زہرو میں شاعر جاگتا ہے، گرم ہوتا ہے
(اُدھر شبنم میں بھیگا سبزۂ بیگانہ سوتا ہے)

---

(۴۰)

اس خطّے کی زمین وسیع و عریض ہے
صحت کے اعتبار سے لیکن مریض ہے
جُز رس ہیں محنتی ہیں سو لوگ اس نواح کے
اس موسمِ بہار میں ان کو ہے سامنا
اِک بے اماں شدید ہمہ گیر قحط کا
سُنتے ہیں دو کہ تین بٹا دس زمین ہی
قابل ہے کاشت کے
(یہ تجلّی! یہ تیرگی!)

---

(۴۱)

اگرچہ باندھ رکھّی ہیں مری ٹانگیں مری باہیں
انھوں نے پیچ کر لیکن فرازِ کوہ پر ہر جا
مرے کانوں میں رس گھولیں پرندوں کی اُپی تانیں
فضا جنگل کی بوجھل ہے گُلِ نورس کی خوشبو سے
ان ارضی نعمتوں سے حظ اُٹھاتے، لُطف لینے سے
خُداوندانِ نعمت! کون مجھ کو روک سکتا ہے؟
یہ طُولانی سفر کا کم کریں احساسِ تنہائی
(ہے ان سے قائم و دائم ہم اہلِ دل کی دارائی
مچا کر دل میں ہلچل لب کو مجبورِ نوا کر دیں)

---

ٹُنگ چُوںؔ جیل ہوا یا
پِنگمؔا کی ہو حوالات ، برابر دونوں
کھانے کے نام پہ دونوں جگہ ہر بار وُہی
بادیہ چاولوں کی پیچھ کا ملے
اتنی سی شئے سے کہاں پیٹ بھرے ؟
رہے بے چارہ ہمیشہ خالی
پانی اور روشنی البتّہ یہاں وافر ہیں
دن میں دو بار کُھلیں کوٹھڑیاں
تازہ دم تاکہ مکینوں کو کرے
بُوئے گُل سے تنفّسِ بادِ صبا

---

(۴۳)

کچھ پُرانی کچھ نئی
جو مل گئیں
ان کتابوں کے ورق جوڑے ہُوئے
کچھ نہ ہونے سے تو بہتر ہے مگر
یہ گلیم کاغذی
پردۂ کمخواب میں سر بستر سنگ یشب
محوِ خوابِ راحت (اے اہلِ طرب!)
کیا تمھیں معلوم ہے
جیلوں میں ہیں وہ لوگ بھی
نیند بھی جن کے مقدّر میں نہیں؟

---

خزاں کی خنک رات میں
نہالی نہ لوئی
کمر کو دوتا کر کے، ٹانگیں سکیڑے ہُوئے
مَیں سونے کی بے سُود کرتا ہُوں سعی
بڑھاتی ہے سردی کا احساس کیلوں پہ پھیلی ہوئی چاندنی
سلاخوں پہ کھڑکی کی آ کر
رُکے ڈُبڈبا کر اور اندر کو ڈالے نظر!

(۴۵)

ایک لمبا اژدہا

بازوؤں سے اور ٹانگوں سے مری لپٹا ہُوا

غیر مُلکی کوئی افسر ہو بہو لگتا ہوں میں

جس کے شانوں پر ہوں منگولے لگے

ہوتے ہیں منگولے لیکن افسروں کے تو

سنہری سلک کے

میرے منگولے فقط گولا ہیں سَن کی ڈور کا

---

مرے دوست! تم سخت مغرور ہو
نہ نازک زباں کی طرح سے نہ ملیے
اکٹھے چکھا ہم نے اَلوانِ نعمت کو
انواعِ شیرینیوں تلخیوں کو
جُدائی کی آئی گھڑی
تمھیں سمتِ مغرب مبارک
مجھے سمتِ مشرق!

---

۱- الوداع اے دانت

(۴۷)

تم ایک دن چلے گئے
کبھی نہ آنے کے لئے
مجھے اکیلے چھوڑ کر
(تمام ناطے توڑ کر
مری وفا علَم علَم
مری نوا الم الم
نہ ہم نفس نہ ہم نوا)
اُداسیوں کے ماسوا
نہیں ہے کوئی آشنا
مرے اکیلے پن پہ رحم کھا کے حاکموں
نے دعوتِ قیام عارضی
دی جیل میں مجھے
(گو عارضی قیام ہے
مرا انہیں سلام ہے
بھلا ہے جو بھلی کرے
علاجِ بے کلی کرے)

(۴۸)

مجھے کھلائے پلائے حکومت آش و برنج
رہے قیام مرا اس کے قصر و ایواں میں
محافظ اس کے بدل چوکیوں میں، بستہ کمر
مرے جلو میں چلیں میرے بدرقہ بن کر
مَیں اپنی مرضی سے جی بھر کے خود کو بہلاؤں
بقدرِ فرصت و شوق اس کے کوہ و دریا سے
(سُجھائیں بوقلموں جلوے نو بنو مضموں
یہ اوجِ بخت ملاقی کسی کسی کو ملے)
وُہ شخص جس کو مراعات یہ میسّر ہوں
(وُہ اپنی خُوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے؟
ہو سر خوشی سے نہ کیوں والہانہ زمزمہ سنج؟)

(۴۹)

نرم رسّی کی جگہ
آہنی طوق و سلاسل آ گئے
ہر قدم پر وہ جھنکتے ہیں ۔ کڑے
جس طرح پہنے ہوں سنگِ یشم کے
باوجودیکہ مَیں ہُوں ایسا اسیر
جُرمِ جاسُوسی میں جو ماخُوذ ہے
پر سفر کرتا ہوں میں اس شان سے
جو کسی دیرینہ منصب دار سے مخصوص ہے

---

(۵۰)

ہم رہِ غُربت میں کرتے ہیں سفر
گارڈ ہیں ہمراہ، ساتھ ان کے سُؤر
گارڈوں کے دوش پر
چَین سے بیٹھے سُؤر

آدمی ———— فرماں روائے بحر و بر
ناخُدائے خُشک و تر

پائے کوباں، دست افشاں (حسنِ نظر!)
کھو کے اپنی قدرتی انسانی آزادی، بشر
کس مپرس و بے گہر
کمترینوں سے بھی کمتر
اک سُؤر سے بھی بَتر!

(٥١)

یہ جہانِ (اشک و آہ
آفت و افتاد کی آماجگاہ)
درپئے فرزندِ آدم نت نئے آلام و غم
لیکن آزادی کی محرومی سے بڑھ کر ابنِ آدم کے لئے
کوئی کٹھنائی نہیں سامانِ رسوائی نہیں
اِک اشارے، ایک سادہ حرف
کا بھی اس کو مطلق حق نہ ہو
(بارگاہِ عزّت و اعزاز میں
مَحرمی کا ذکر کیا، باریابی تک نہ ہو
چال اس کی مشتبہ
گفت گو مشکوک ہو)
ڈھور ڈنگر کی طرح مسلُوک ہو
مثل گھوڑوں کے وہ گاڑی میں جُتے
جس طرف ہانکیں، ہنکے
(جس طرح آنکیں، انکے)

(۵۲)

ابھی زمین اندھیرے میں لپٹی سوتی ہے
ہمیں ہُوا ہے مگر حُکم چل پڑو فوراً
ہیں گرچہ نیند سے مخمور، کیا کریں مجبور ؟
ہے رہگزار بھی پُرپیچ، سخت، ناہموار
مَیں لڑکھڑا کے گرا، اِک گڑھے میں جا کے پڑا
گڑھا بھی سخت خطرناک، دیکھتا کیا ہوں!
(بنے ہیں راہزنِ اندیشہ ہائے دُور و دراز)
قریب ہے کہ بنوں لُقمۂ فنا، لیکن
بہ دستگیریٔ بختِ خجستہ و میمُوں
مَیں اپنے آپ کو باہر اُچھال سکتا ہُوں!

---

(۵۳)

ناننگ

رواں ہیں جانبِ نانِنگ ، موجِ دریا کے
بہاؤ بہتی ہے کیا ناؤ ہم اسیروں کی
ہماری ٹانگیں چھتوں سے بندھی ہیں، لگتا ہے
چڑھے ہوں دار پہ جیسے (صلیب سے لٹکے
نظر کی زد میں ہیں دونوں کنارے دریا کے)
دو رویہ رس بھری خوشحال بستیاں آباد
(دلوں کو تازہ کرے لہلہاتی ہریالی)
ندی کے بیچ مچھیروں کی کشتیاں ، لہروں
سے کھیلیں آنکھ مچولی رچی ہے وار دگیر
بھنور کی نذر کریں سوزِ دل کا ماہی گیر)

○ NANNING

(۵۴)

انتہائی جدید طرز کی جیل
جس کے کمپونڈ میں جلیں شب بھر
بلب بجلی کے، دن کا دھوکا ہو
بقعۂ نور ہے احاطہ، مگر
پوچھو در بارۂ طعام اگر
بادیہ چاولوں کی پیچھ کا فقط
ملے لنگر سے اہلِ زنداں کو
رہے (غصّے سے) رعشہ دار شکم
حالتِ احتجاج میں پیہم!

---

o COMPOUND

(۵۵)

ساری دُنیا میں بھڑک اُٹھے ہیں شعلے جنگ کے
ہر کوئی بیتاب اگلی صف میں جانے کے لئے
پر پسِ دیوارِ زنداں ایک مردِ (دلفگار)
کھا رہا ہے اپنی جبری بے بسی پر پیچ و تاب
دپی رہا ہے جرعہ جرعہ حسرتوں کا خونِ ناب
کچھ نہ کر سکنے کا چہرے سے ہویدا اضطراب)
کِس نے رکھّا خُونِ بربادِ تمنّا کا حساب؟
نامرادی ہائے عاشق کا کیا کِس نے شُمار؟

---

(۵۶)

تم ایک عام سے مُرغے ہو چشمِ ظاہر میں
یہ روز صُبح بلاناغہ بانگ دیتے ہو:
لپیٹی شب نے بساط اپنی سونے والو اُٹھو!
دشگفتنِ گُلِ سُرخِ سحر کا وقت ہُوا
گیاہ تر پہ تباشیرِ فجر بکھری ہے
زمیں سے خوش مزہ سرگوشیاں کرے گردوں)
جگائے لوگوں کو یُونہی تمھاری ککڑوں کوں!
(اگرچہ نیند کے ماتوں پہ ہو اثر کم کم
کریں اذانِ سحر کو نہ کان ان کے قبول)
یہ سچّی بات تمھارا یہ روز کا معمُول
کسی طرح بھی نہیں ہے حقیر و غیر اہم!

---

(۵۷)

رہ گیا تھا تن بدن جُز استخوان و پوست کیا؟
(اس صداقت میں کسے ہو گا کلام ؟)
بھوک، سردی اور بدحالی نے مِل جُل کر
کیا کام اس بچارے کا تمام
وُہ مرے پہلو میں سویا تھا ابھی کل رات ہی
(اے زندگی!)
صُبح ہوتے ہی وُہ نوچشموں کی وادی کو روانہ ہو گیا
(اِک فسانہ کہہ گیا
اِک فسانہ رہ گیا)

---

## (۵۸)

کر دیا انکار پُوئی اور چُوسی دونوں نے
چاولوں سے خاندانِ چاؤ کے ، لیکن یہ شخص
چاولوں کی پِچھ کا انکاری ہُوا
قیدیوں کی جو ہے سرکاری غذا
موت پُوئی اور چُوسی کی ہُوئی
سُویانگ پربت پر ، مگر
یہ بچاری قیدی اپنی کوٹھڑی میں
فاقے کرتے کرتے آخر مرگیا

---

° POYI °° CHU TSI ° CHOU °° SUYANG

(۵۹)

اس جگہ تمبا کو نوشی مطلقاً ممنُوع ہے
جیبِ جیلر میں ہو تمبا کو تمھارا لاپتہ
ڈالتا ہے اس کو البتّہ وہ اپنے پائپ میں
اس کو حق ہے (ٹوک سکنے کی اسے اچھی کہی)
ہاں مکرّر تم اگر کوشش کرو
تو نتیجہ ہو مقرّرہ ہتھکڑی

---

(۶۰)

پہاڑوں کی چٹانوں نے ہوا کی دھار صیقل کی
کرے سردی کا نیزہ نیم جاں پیڑوں کی شاخوں کو
صدا ناقوس کی اِک دُور افتادہ پگوڈے سے
مسافر کو پیامِ سرعتِ رفتار دیتی ہے
اُڑائیں تانیں الغوزوں کی وُہ چرواہے لڑکے جو
گھروں کو ہانکتے ہیں جھٹپٹے میں گلّے بھینسوں کے!

---

(۶۱)

### ساٹھ سنٹ

دیگچی چاول پکانے کے لئے
چلمچی بھر گرم پانی اک یُواَن میں دستیاب
ساٹھ سنٹوں کی کسی شئے کے لئے
اِک یُواَن دینا پڑے
نرخ واضح طور پر
جیل کے اندر مقرّر ہیں یہی!

---

۰ CENT ۰۰ YUAN

(۶۲)

پہلا پہرہ ہو چکا
دُوسرا پھر تیسرا
کروٹیں لیتا ہوں، کرتا ہوں جتن
نیند آتی ہے مگر آتی نہیں
پانچواں پہرہ، چھٹا، پھر اس کے بعد
آنکھیں جونہی بند کرتا ہُوں تو جھٹ
پنج شاخہ تارہ
ہوتا ہے تجلّی بار میرے خواب میں!

---

(۶۳)

آئے دریا کے کنارے تک تم اس دن میرے ساتھ
تم نے پُوچھا : لَوٹ کر کب آؤ گے ؟
(پھر ہمیں دیدار کب دکھلاؤ گے ؟)
جب پکے گی تازہ فصل
(اس کو جانو وقتِ وصل)

مَیں نے تم سے یہ کہا ——
فصلِ تازہ کو کٹے بھی اب زمانہ ہو گیا
لیکن اب تک مَیں دیارِ غیر میں
جھیلتا ہُوں سختیاں
(بے جُرم) قید و بند کی !

(۶۴)

ایک ہی کشتی میں ہم سب سوار
ایک دُوجے کی مدد کرنے سے کیوں انکار و عار؟
میں تمھارے واسطے لکھتا ہُوں اب یہ عرض داشت
اس زبان میں سب جسے موزوں کہیں: یعنی کہ "پس
آپ کے ارشادِ عالی کے مطابق" ———
اس طرح کے جُملے پہلی بار
لکھنے میں نے سیکھے ہیں مگر
ایسا عمدہ کام کرنے پر مرا
شُکریہ کرتے ہو تم کیسے ادا؟

———

(۶۵)

ایسے سُرخ و نیلگوں کی ہے پھبن
جامۂ زربفت ہو زیبِ بدن
یہ کھرچنا، چھیلنا (ناخُون سے)
یُوں لگے گیتار ہے جس کو بجائیں جامۂ زربفت میں
ملبوس ہم

خیر اس میں شک نہیں
ہم یہاں پر ہیں معزز میہمانوں کی طرح
اپنے ساتھی مطربوں کے ہم زبان و ہم سخن

---

(۶۶)

**دُکھ اُٹھائے کس قدر**

مُوسل کے ہاتھوں دھان آہ!

کُٹ کُٹا کر (مار کھا کر) ہو سفید

ہُو بہُو جیسے کپاہ

آدمی کے ساتھ بھی دُنیا میں ہوتا ہے یہی

(مستقلاً گر نہیں تو) گاہ گاہ

یشمِ پُر صیقل میں اس کو ڈھال دے

بد قسمتی کی کارگاہ!

---

(۶۷)

قبل ازیں گیارہ نومبر کا دن آتا تھا
تو ہر جا منعقد ہوتا تھا جشن
اوّلیں جنگِ عظیم یورپی کے ختم کا
پانچ برِ اعظموں پر شعلہ زن ہے آج خُوں آشام جنگ
اُور نازی (خانہ بر اندازِ اقصائے فرنگ
جن کی جُوع الارض کو ہے عرصۂ آفاق تنگ)
ہے خصوصی کوئی مجُرم تو وُہی

(۶۸)

اَب کوئی چھ برس سے
جاری ہے چینیوں کی
جنگِ مدافعانہ
ان کے بہادرانہ
پُرجوش کارنامے
مخفی نہیں کسی سے
سارا زمانہ جانے
ان کی خودی کا لوہا
دُنیا جہان مانے
گو دُور بھی نہیں ہے
فتح ان کی دسترس سے
پھر بھی جوابی حملہ ——
اقدامِ جارحانہ
ان سے کرے تقاضا
سعیٔ بلیغ تر کا!

ایشیا میں ہر جگہ جاپان دشمن جھنڈے لہراتے ہیں
بستی ہو کہ بن

چھوٹے جھنڈے یا بڑے جھنڈے
وُہ سب یکساں نہیں

ہیں بڑے جھنڈے ضروری پر ہمیں
چھوٹے بھی تو درکار ہیں!

---

(۷۰)

آتے ہیں آسماں پہ زن سے چنگھاڑتے
بمبر جہاز دشمنِ (آتش نہاد) کے
جائے پناہ میں بھاگ کے سب لوگ جا چھپے
لگتا ہے جیسے کوئی بھی رہتا نہیں یہاں
ہم کو ہوائی حملے کے باعث بپاسِ جاں
باہر نکال لائے ہیں پاتالِ جیل سے
ہم خوش ہیں باہر آنے پہ حملے کے باوجود
(ہر رنگ میں حسیں ہے یہ دُنیائے ہست و بُود)

---

(۷۱)

نووارد انِ جیل حسبِ ضابطہ
سوئیں بدر رو کے قریب
چاہے اگر کوئی کہ رات اس کی کٹے آرام سے
تو لازمی ہے دام اس کے وہ چکا دے پیشگی!

---

(۷۲)

نفوذ کرتی ہیں زنداں میں صُبح کی کرنیں —
جلاتی دھند کو، کرتی دُھوئیں کی رُفت و رو
دمِ حیات سے روشن رواں ہمہ عالمَ
اسیر چہرے تبسّم سے جگمگاتے ہیں
نشاط خیز ہے کیا اِمتزاجِ آتش و نم!

---

(۷۳)

جو رہا ہوتے ہیں زنداں سے

وہ کر سکتے ہیں تعمیرِ وطن

تیرہ بختی تو کسوٹی ہے وفاداری کی

ظُلمِ ظالِم کے خلاف

اپنی آواز اُٹھانے والے

(عدل و انصاف کی زنجیر ہلانے والے

اہلِ بیداد کو آئینہ دکھانے والے)

ہیں صفا کیش و اصیل و خالص

درِ زنداں کبھی جب وَا ہو گا

(مثل شہباز کے چھُوٹے گا قفس سے) اصلی

اژدھا —— شہپرِ پرواز تو دیکھے کوئی!

---

(۸۴)

موت بہتر ہے غلامی سے کہیں
ہر جگہ میرے وطن میں پھر سے
پرچمِ سُرخ نظر آتا ہے
اس زمانے میں نظر بندی بھی
ظُلم سا ظُلم ہے ـــــــ کب
مجھے آزاد کریں گے ؟ میں بھی
ہو سکوں تاکہ شریکِ پیکار

---

(۷۵)

اہلِ امریکہ گئے
آ گئے برطانوی
ہر جگہ ہوتا ہے استقبال ان کے وفد کا
مَیں بھی ہُوں اِک ڈیلی گیٹ
دوستانہ چین میں آیا ہُوا
خیر مقدم ہے ہرا جس پُر تپاک انداز سے
اس کی نوعیّت ہے لیکن مختلف
اس کا انداز اَور ہے!

---

۷۶

کر دیا منتقل مجھے نانِنگ ۔
اور لائے دوبارہ پھر اُومنگ
آچکا ان تبادلوں سے تنگ
آئے دن کا سفر یہ شورِ درا
ختم ہونے ہی میں نہیں آتا
بھر چکا اب تو جی ، دِل اُوب گیا !

---

(٦٦)

کوُتہ میں کھائیں تازہ مچھلی ، لحمِ سگ
پاؤسینگ میں ، جیل کے رکھوالے بھی
ہوتے ہیں گر کیسی نادر نعمتوں سے بہرہ ور

---

° KUOTEH °° PAOSIANG

(۷۸)

ہَوا کے تازیانے کھاتے ، مینہ میں بھیگتے
نا آشنا آرام و راحت سے
مرمّت تم سڑک کی کرتے ہو کس خستہ جانی سے
گزرتے ہیں یہاں سے راہرو جتنے
وہ پیدل ہوں کہ گھوڑوں پر
کہ گاڑی میں ـــــــــــ
تمھارے ان میں دسوچو تو سہی ، ممنون ہیں کتنے ؟

ـــــــــــــــ

(۷۹)

جو مرے ساتھ کٹا عرصۂ زیست

تم[1] نے دکھلائی اصلالت بھی، توانائی بھی

ہم نے کاٹے ہیں بہم برف و کہر کے موسم

لعنت اس چور پہ جس نے کہ جدا ہم کو کیا

زخم ہم دونوں کو جو اس نے دیا ہے (ہمدم!)

مومیائی کوئی اس کی، کہیں اس کا مرہم؟

---

۱۔ عصا جسے وارڈر نے چرا لیا۔

(۸۰)

نہ بلند اور نہ دُور
نہ شہنشاہ نہ شاہ
چھوٹے سے سنگِ نشاں ہو تم، جو
ایستادہ ہے کنارِ شہراہ
جو گزرتے ہیں یہاں سے ان کو
تم بتاتے ہو جو ہے سیدھی راہ
اَور یُوں ان کو بھٹکنے سے بچا لیتے ہو
فاصلے کی انھیں دیتے ہو خبر
کتنا باقی ہے سفر
انھیں کرتے ہو ہر منزل و عقب آگاہ
نہیں یہ کارگزاری تھوڑی
راہرو تم کو کریں گے نہ فراموش کبھی!

---

(۸۱)

اہو! اہو! اَبّا مرا فرار ہُوا
سپاہی بننے سے اَبّا مرا ہے خوف زدہ
(اسی قصور کے باعث) ہوں جیل کا مہماں
ہے گرچہ عمر مری صرف چھ مہینے کی
پر اپنی ماں کی رفاقت میں مُجھ کو آنا پڑا

(۸۲)

جیل کے بس اندر آتے ہی ہمیں
روشنی کی فیس ادا کرنی پڑے
یعنی چھ ونگسی یُواَنْ فی آدمی
اس اندھیرے کے نگر میں روشنی
ہے مساوی = چھ یُواَنْ

---

(۸۳)

ہر کسی کے پاس ہے اپنا سٹوو
اور برتن چند مٹّی کے (ضرورت ہی کے تحت)
تاکہ ترکاری پکائی جا سکے
چائے اور چاول اُبالے جا سکیں
روز پَو پھٹنے سے لے کر شام تک
یہ جگہ ہر آن ہر ساعت دُھوئیں سے پُر رہے!

---

(۸۴)

خُوش قسمتی تھی گویا
یہ میل اِتفّاقی
جس طرح موج دریا
لاکر کرے اکٹھّے
کائی کے دو وُہ تودے
جو منتشر تھے پہلے
یہ لُطف و مہربانی
مسٹر کیو[°] جو مُجھ پر
کی ہے جناب نے وُہ
مُجھ سے بیاں ہو کیوں کر؟
تھوڑے سے کوئلوں کا
بھر سردیوں میں تحفہ
خُوش قسمتی سے یُونہی
ہونا تھا علم مُجھ کو
بارے ابھی ہیں باقی
لوگ آپ کی طرح کے

---

° MR. KUO

(۸۵)

سُنہری دِل کا ہے پِنیانگ کا داروغۂ اعلیٰ
خریدے اپنے پیسوں سے اسیروں کے لئے چاول
ہماری بیڑیاں وہ رات پڑتے کھول دیتا ہے
کہ دن بھر کے تھکے ماندے ہیں رات آرام سے سوئیں
کبھی سختی نہیں کرتا۔ ہے لُطف و مہر سر تا پا!

---

(۸۶)

کئی دنوں کی مسلسل فگار پائی کے بعد
سوار آج ہوئے ہیں ٹرین پر ہم لوگ
اگرچہ کوئلوں کے ڈھیر پر نشست ملی
مگر یہ چلنے کی بیگار سے تو بہتر ہے!

---

(۸۷)

(جذبۂ بے اختیارِ شوق سے
یعنی، آزادی کی دُھن میں (بے سرو برگِ سفر)
زندگی اپنی لگا کر داؤ پر
(بے جھجک) اس نے لگا دی چلتی گاڑی سے چھلانگ
(کس قدر جابر ہے آزادی کی تانگ!)
نصف ہی تک تیر کی صُورت گیا
شُومیٔ قسمت نہیں ہے یہ، تو کیا؟
گارڈوں نے آخر اس کو جا لیا
اور لے آئے پکڑ کر واپس اس مفرور کو
(دیکھئے مقدور کو!)

---

(۸۸)

ہر روز تاش کھیلے یہاں چیف وارڈر
پیسے کرے وصول پولس چیف ڈانٹ کر
ان قیدیوں سے ہونا ہو جن کا ٹرانسفر
خوش خاطری سے کام کرے سربراہِ ضلع
چھن چھن کے سر پہ لمپ کی پڑتی ہے روشنی
بدلی نہیں یہاں سرِ مُو کوئی چیز بھی

---

(۸۹)

ہر تلخی و اندوہ مٹے آخر کار
(باقی رہے پھر بھی مگر احساسِ زیاں)
وارد ہُوا جب تُو کو لیو چو میں یہاں
کابوس کے سو دنوں کو میں نے یکبار
پیچھے مُڑ کر دیکھا، جب آنکھ کُھلی
چہرے پہ ابھی تک تھے اُداسی کے نشاں

---

◦ LIU CHOW

(٩٠)

جب دُرْدِ تہِ جام پہ آئیں، مَے کی
تلخی کرے آزمائشِ کام و دہن
دشوار تریں ہو دا کثر اے خاکِ وطن!)
بے رخصت و رسد عبورِ بابِ سرحد
حاکم کی رہائش ہے یہاں سے اِک لی
زحمت کشِ انتظار اتنا عرصہ
رکھّا ہے مجھے کس لئے آخر اس جا؟
(اے جذبۂ ایذا دہی! تُو ہی بتلا!)

---

(۹۱)

درنگ سوتے میں چمک اُٹھے طرحداری کا)
عَالَمِ خواب میں سب کے چہرے
ایک سے سادہ و معصوم نظر آتے ہیں
خَیر و شر کا پڑے سایہ ان پر
تو فقط عَالَمِ بیداری میں
خیر و شر کی صَفتیں
آدمی میں نہ ہوں از خود پیدا
اکثر و بیشتر ان کو لگے تعلیم سے جاگ!

(۹۲)

مَیں نے سوچا تھا کہ اب آخرِ کار
آخری باب پہ ہم آ پہنچے
مَیں نے سوچا تھا کہ نزدیک ہے اب یومِ نجات
کِس کو تھا خواب و خیال
کہ وُہ کر لیں گے نئی ایک رکاوٹ پیدا
اِک سفر اَور مزید
اَور اِک نقلِ مکاں
اب کوئیلِن کو ہمیں جانا ہے

---

(۹۲)

ایک دن جیل کا باہر کے ہزاروں مہ و سال
ہیں برابر دونوں
قدما تھے کتنے
دُور اندیش و درست اُنھوں نے
جب ان الفاظ میں یہ بات کہی
چار مہ میں جو یہ غیر انسانی
زندگی مَیں نے گزُاری ، اس نے
دس برس عمر بڑھا دی میری
اَور ان چار مہینوں میں کبھی
پیٹ بھر کر نہیں کھایا مَیں نے

مَیں نے ان چار مہینوں میں کبھی
لی نہ اِک رات بھی آرام کی نیند
مَیں نے ان چار مہینوں میں کبھی
کپڑے بدلے نہ کبھی غُسل کیا
بال دُھولے ہُوئے اِک دانت گرا
بُھوک سے زار و نزار
یُوں سیہ فام و نحیف و لاغر
جس طرح بُھوت ہو گویا کوئی
مُبتلا عارضۂ خارش میں
خوش نصیبی سے مَیں ثابت قدم و صابر ہُوں
کبھی اِک اِنچ بھی پیچھے نہیں ہٹتا زنہار
مجھے لاحق ہیں اگرچہ بدنی تکلیفیں
ہے مری رُوح سرافراز و تپش آمادہ مگر
استواری میں حریفِ کہسار
(تازہ دَم، تازہ نوا، تازہ کار)

(۹۴)

دیارِ چیں کے تغیّر پذیر موسم نے
مرے بدن کو شکستہ و خستہ حال کیا
جو دیت نام پہ ٹوٹے ہیں ان مصائب نے
سکوں مرے دلِ درد آشنا کا لُوٹ لیا
ہے کتنی تلخ و تبہ کار شئے اسیری بھی!
(مگر یہ میری طبیعت کی طُرفگی ہے کہ میں،
بجائے رونے کے گانا پسند کرتا ہوں!

(۹۵)

کوِہلن میں ہیں دار چینی نہ جنگل
فقط اونچے پربت ہیں غرقاب دریا
قوی ہیکل اِک نخلِ انجیر کے زیرِ سایہ
نظر آئے جیل انتہائی بھیانک (دہشت آلود و غژماں)
سیہ دن کو راتوں کو ویراں

---

(۹۶)

جیل میں داخلے کے وقت تمھیں فیس ادا کرنی ہے
ہو نہ پچاس یُوآن سے جو عموماً کِسی صُورت سے بھی کم
اَور بالکل ہی اگر تم ہو تہی دست تو پھر
مستقل تم کو اذیّت سے گزرنا ہو گا
سامنا مضحکہ وطعن کا کرنا ہو گا
مستقل بننا پڑے گا ہدفِ مشقِ ستم
(کہ یہ قیمت ہے زمانے میں سیہ بختی کی)

---

(۹۷)

چالیس دن ضائع ہوئے بے فائدہ
چالیس دن ناقابلِ اظہار رنج و کرب کے
اب پھر لیوچو بھیجتے ہیں از سرِ نو وہ مجھے
ہر لحظہ اک تازہ پریشانی ہے دِل کو ہر گھڑی اک غم نیا!

۹۸

لیو چو ، کویلن ، دوبارہ لیو چو
مجھے گیند کی طرح لڑھکاتے آگے کبھی اور پیچھے کبھی
بے خطا کھینچتے پھرتے ہیں جا بجا دانگسی میں
یہ آنا یہ جانا
کبھی ختم ہو گا ؟

---

۹۹

وانگسی صوبے کے تیرہ اضلاع کی
کرچکا سیر (دگل)،
اس کی اٹھارہ جیلوں کی بھی گو نہ گوں لذتیں چکھ چُکا
کون سا جرم میں نے کیا ہے، مری کیا خطا ہے
یہ جس کی سزا ہے؟
(در و دشت سے) پوچھتا ہوں میں وقتاً فوقتاً:
یہی حُبِّ ابنائے قوم و وطن!

(۱۰۰)

صُبحدم چڑھے سُورج
(پتھروں کے زینے پر)
پربتوں کے سینے پر
کرنیں رنگ کی بارش
گھاٹیوں پہ برسائیں
چوٹیاں پہاڑوں کی
(جیسے سرکش ابلائیں)
صرف جیل کے آگے
ایک سایہ کالا سا
(اور سمت چمکارا —
اس طرف کو تاریکی)
رہ ملے نہ سُورج کو
کوٹھڑی تک آنے کی!

---

(۱۰۱)

سِنگمنگؔ کے تہوار کے دن ٹپ ٹپ ٹپ
ہے کوفت کا باعث یہ جھڑی بارش کی
بے حال ہوئے شِدّتِ غم سے قیدی
"آزادی تو کہاں ہے؟" ہم پوچھتے ہیں
کرتا ہے اشارہ سنتری تُرنت کے معاً
سرکاری حکومتی سکونت کی طرف

---

° TSINGMING

کھلے گلاب سرِ شام اور مرجھائے
نہ بند اس کا ہو کھلنا نہ اس کا مرجھانا
اگرچہ آنکھ ہو کوئی نہ دیکھنے والی
شمیمِ گل رکو نشاطِ سفر مبارک ہو!
مجال کس کی جو آزادہ رو کے منہ آئے؟
کسی نے آج تک اس کو حصار بند کیا؟
کسی نے آج تک اس کی اڑان کو کیلا؟
رہا ہے بے خلل اس کا خرامِ بے پروا)
در آئے جیل کے پاتال میں بھی مستانہ
اور آ کے کشتۂ بے داد اہلِ زنداں کو
سنائے ظلم و غمِ زندگی کا افسانہ

---

۱۰۳

مجبوری کا جینا بھی ہے کوئی جینا !
(پابندئ اوقات کے تابع تن من؟)
حاجاتِ ضروری پہ بھی قید و قدغن
(بیباکِ شکم کی بھی لکھی جائے رپٹ)
دروازہ کھلے تو پیٹ تیار نہ ہو
حاجت ہو اشد جب تو مقفل ملیں پٹ
(کیا کرنا ؟ بس گھونٹ لہو کے پینا)

(۱۰۴)

بیکراں راتوں کے سنّاٹے میں
نیند جب آنے سے انکار کرے
شب و روزِ زنداں
پہ قلمبند کروں
سَو سے زیادہ نظمیں
اَور ہر بند کے بعد
نیچے رکھ دُوں قلم و مُوقلم اپنا
(کہوں کیا غم اپنا؟
کون دُنیا میں ہے محرم اپنا؟)
اَور زنداں کی سلاخوں سے کروں
اُٹھ کے دیدارِ سپہرِ آزاد
(اس کی شب تابیاں دائم آباد)

(۱۰۵)

فقط ایک دن عمدہ موسم کے بدلے
لگاتار بارش کے نو دن
ہے گردُونِ بالا یقیناً کوئی سخت بے رحم شئے
میرے جُوتوں کے دیکھو پرخچے اُڑے
پَیر گندے کئے کیچڑ آلُود رستے نے میرے
مگر کچُھ بھی ہو چلتے رہنا ہے مجُھ کو!

(۱۰۶)

چمکے چرخِ نیلگوں
مجھ کو قصداً تنگ کرنے کے لئے
ہو چکے تا دم مرے نذرِ سلاسل آٹھ ماہ
ہے ہزاروں سیر سونے کے برابر ایک دن
کیا مری قسمت میں ہوں گے پھر سے آزادی کے دن
(اے مرے حالِ تباہ!
اے مرے بختِ زبوں!)

(۱۰۷)

دس بجے کے قریب
ڈُوبّ اکبر افق پار سے
قُلّۂ کوہ کے اُوپر آئے
مدوجزر جھینگر کے نغمے کا مژدہ
خزاںّ کا سُنائے
ہو محظوظ کیا اُس سے قیدی غریب
یہ تبدیلِ موسم اسے کیا سہائے
(نمک اس کے زخموں پہ چھڑکے یہ جلوہ نمائی
یہ شیریں نوائی)
شب و روز دیکھے وہ صرف اِک تغیّر کے خواب
یعنی اس کی رہائی قفس کے زبوں گوشۂ تار سے

---

(۱۰۸)

گئے سال آغازِ فصلِ خزاں میں
مَیں آزاد تھا
مگر اس خزاں نے مجھے قعرِ زنداں میں پایا
جہاں تک تعلّق ہے کارِ وطن کا
یہ دعویٰ ہے کامل صداقت کا حامل
کہ پچھلی خزاں کی طرح یہ خزاں بھی
رہی بار آور، سپھل، سیر حاصل!

---

(۱۰۹)

ہیں بوجہِ طویل بیکاری ——

مری ٹانگیں کپاس کی مانند

(چوبِ نمدار کی طرح بھاری)

جُونہی بوجھل قدم اُٹھاتا ہُوں

ڈگمگاتا ہُوں لڑکھڑاتا ہُوں

(ہے تھکاوٹ سے چُور چُور بدن)

بول اُٹھّے چیف وارڈر فوراً

کر اٹنشن ، اباوٹ ٹرن ، بہت

ہو چکا سانگ ، اس کو ختم کر دو

---

(۱۱۰)

گیٹ کے سامنے

سنتری ہے کھڑا

اپنی رائفل لئے

اُوپر ابرِ پریشاں کے لکّے

اُٹھائے لئے جا رہے ہیں کہیں چاند کو

ایسے کرتے ہیں یلغار بستر کے کھٹمل

صفِ جنگ میں نقل د حرکت کریں جس طرح فوجی ٹینک

مچھروں کی صفیں

جیسے بمبار طیّارے حملہ کناں

## سوئے ارضِ وطن

دِل مرا لی ہزاروں کرے طے
غمی کے نخ و رشتہ و تار و پو سے اُلجھتا ہُوا
خواب میرا
گرہ در گرہ جیسے انٹی کوئی جس میں
دست و گریباں ہوں تاگے ہزاروں
مجھے بے خطا جیل میں آئے اب اک برس ہو گیا
آنسوؤں کو بنا کر سیاہی
(گھڑی دو گھڑی)
ڈھالتا ہُوں قوافی میں اپنے خیالات کو!

---

(۱۱۱)

قُدرتی حُسن کے گاتے تھے ترانے قُدما
برف پھُول اور ہَوا ، وادی و کوہ و دریا
چاند کُہرا . تھا ان اشیائے سے تعلّق ان کا
آج کا ہے یہ تقاضا لیکن
کہ بنیں آہن و فولاد بھی موضوعِ سخن
دکس سے ہے رُوئے سخن ؟

ہم سے ہم لوگ کہ ہیں صاحبِ فن
رزمگاہِ حق و باطل میں تگاپوئے سخن
کرے اصرار برابر یہی اے ہم نفسو!،
کہ سخنوُر میں صلاحیّتِ سالاری ہو!
ر وقت کی نبض پہ انگلی دھرو اے نکتہ ورو!
تنگنائے سخنِ طرزِ کہن سے نکلو
لفظ و معنی کے نئے سِلسلوں پر غور کرو)

۱۱۴

بنائیں پیکرِ فُو اِک درخت کی شاخیں
سدا مکارمِ کُن یُو پُر آب و تاب رہیں
کوئی خبر نہیں آئی وطن سے اب کے برس
(نگاہ نامۂ دلدار کو گئی ہے ترس)—
(نجانے کونسی منزل میں ہیں خواص و عوام؟
کبھی تو آئے گا ان کی زباں پہ میرا نام!)
ہے انتظار مجھے حرفِ آشنا کا مدام

---

(۱۱۳)

ارتقا کرتی ہے ہر شے (بشمولِ انساں
یہ ہے قانونِ جہاں) دائرۂ فطرت ہے
(یہ ہے آئینِ نمو، قاعدۂ قدرت ہے)
بعد برسات کے آتا ہے سہانا موسم
اپنی بھیگی ہوئی پوشاک اُتارے فوراً
(گرم جوشی سے، طرب کوشی سے)
شاہدِ دہر (نہال اپنی تنک پوشی سے)
سلسلے اونچے پہاڑوں کے ہزاروں لی تک
ڈھکیں زربفت کے قالینوں سے سینے اپنے
(اُگلے قدرت نے دھنک رنگ دفینے اپنے
پیشِ خدمت کئے اقسام خزینے اپنے)

گرم دُھوپ اور تر و تازہ ہَوا کھا کر پھُول
مسکراتے ہیں (اگرچہ دلبر
مسکراہٹ میں بھی رکھتے ہیں قرینے اپنے)
گھنے چھتنار درختوں کی ڈھلی شاخوں پر
گاتے گاتے ہیں پرندے، ہل کے
(جل اُٹھیں آتشِ گُل سے نہ پھپھولے دل کے)
دلِ انساں میں حرارت دوڑے
زندگی خوابِ گراں سے جاگے
تلخ کامی ہو مبدّل بہ خوشی
یہ ہے قدرت کا تقاضا
(یہ ہے فطرت کی تمنّائے دِلی!)

---

(۱۱۴)

چوٹیوں سے ہم آغوش بادل

ادھر

چوٹیاں بادلوں سے ہم آغوش ہیں
نیچے دریا چمکتا ہُوا
مثلِ شیشے کے شفّاف، بے داغ
غربی کہستاں کی چوٹی پہ دل
کسمساتا ہے میرا
مَیں رمتا ہوں جو نہی
جنوبی فلک کی طرف رُخ کیے
خواب یارانِ دیرینہ کا دیکھتے!

---

## عبدالعزیز خالد کا کلام

اچھا اور بہت اچھا ہوتا ہے
اونچا اور بہت اونچا ہوتا ہے
دل ، دماغ اور روح تینوں کے لئے تسکین بخش ہے
زندگی اور تازگی رکھتا ہے
دلکشی ، اخلاص ، ادبیت و معنویت کا جامع ہے
بلیغ و لطیف و شریفانہ ہے
زاہدانہ ہے راہبانہ نہیں ، عاشقانہ ہے فاسقانہ نہیں
اردو کے لئے باعث افتخار
ملت کے لئے موجب نازش
— (مولانا) عبدالماجد دریا بادی

یہ رنگ ، یہ انداز ، یہ اسلوب ، یہ فکر اور یہ لے بالکل نئی ہے ۔ اس نے نوازی کی کوئی مثال ہماری شاعری میں موجود نہیں ۔ — (مولانا) غلام رسول مہر

عبدالعزیز خالد — میں یہی نہیں کہوں گا کہ اس دور کے ممتاز و بے مثال اسلامی شاعر ہیں بلکہ پوری اردو شاعری کی تاریخ میں مجھے کوئی اسلامیات اور عربی کا اتنا ماہر اور باخبر شاعر و ادیب معلوم نہیں
— (علامہ) عبدالعزیز میمن

ان کی ذات میں شاخ گل کی لچک اور ان کے چہرے پر نجم سحر کی دمک پائی جاتی ہے ۔ — جوش ملیح آبادی

عبدالعزیز خالد اور ان کا کلام محتاج تعارف نہیں ۔ اس کے متعدد ضخیم مجموعے ان کی پختگی فکر اور قدرت کلام پر شاہد ہیں ۔ — فیض احمد فیض

خالد کی شعر گوئی ایک طرف کلاسیکی عرب شاعری کی بے باکی لیے ہوئے ہے دوسری طرف سنجیدگی اور تفکر میں اس کے ڈانڈے غالب اور اقبال کے شعر سے جا ملتے ہیں -
— ابن انشا

خالد نے مناسبت مقام کا لحاظ رکھ کر اردو لفظوں کے ساتھ کئی دوسری زبانوں کے لفظوں کی آمیزش اس خوبی سے کی ہے کہ زبان کی وسعت میں اضافہ ہو گیا یہ انتخاب و اختلاط الفاظ ہر شخص کے امکان میں نہیں ہے -
— سید مسعود حسن رضوی

خالد نے اردو شاعری کو ایک نیا رخ دیا ہے ، باعظمت ، شاندار ، لطیف اور دلکشا ، ان کی جامع شخصیت ، ان کی ہمہ گیری اور قادرالکلامی اور ان کی ذہانت ان کی تصانیف کے ہر صفحے پر جلوہ گر ہے -

خالد زندگی کو ، محبت کو اور خوشی کو باثر آواز عطا کرتے ہیں - وہ روح کے مصور ہیں ، وہ حسن کے پیغمبر ہیں -
— حامداللہ افسر میرٹھی

اس وقت اردو شاعری میں عبدالعزیز خالد کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جو عصر حاضر کی کشمکش سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو -
— پروفیسر عبدالمغنی

وہ ایک خلاق شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ موسیقی کے لحنوں کا ادراک بھی رکھتے ہیں - متعدد زبانوں کے نبض شناس ہیں اور ان زبانوں کی روایات و تلمیحات کے ذریعے اپنے کلام میں رنگ بھرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں -
— ڈاکٹر فرمان فتح پوری

وہ ضعیف ، فکرمند اور تشکیک سے الگ ہو کر اُردو شاعری کو ایک بارعب نوا ، ایک پر شوکت لہجے اور توانا آواز سے بانصیب کرتے ہیں ، جس کی مخصوص صوتی فضا ہی عظمت و شکوہ کی ترجمانی کے لئے کافی ہے - ایک لحاظ سے یہ نوا ظفر علی خاں اور اقبال کی شعری فضا کی تجدید مع اضافہ ہے ——— یہ عظمتوں کی دنیا ہے ، رومانی عظمتوں کی دنیا -
— ڈاکٹر سید عبداللہ

نہایت وسیع مطالعے ، بے مثل شعری استعداد ، کامل فنی یکسوئی اور بے پایاں درد ملی کی بے مثال یکجائی خالد سے ایسا کام لے گی جو نہ صرف ہماری ادب تاریخ بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ میں اسے ایک لازوال مقام دے جائیگی ——— میرا یقین ہے کہ ہمارا نابغہ خالد بھی قدرت کے کسی مقصد جلیل کی تکمیل کا ذریعہ بننے والا ہے -
— پروفیسر ارشاد احمد حقانی

طباعت سرورق ربن پریس لمیٹڈ ، لاہور